فون نمبر ۲۳۸۱ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۵۰

بسلسلہ

علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر

ہفت روزہ

الہام

بہاولپور

جناب مخدوم محمد اللہ قریشی صاحب کی نذر

10-10-11

WWW.NAFSEISLAM.COM

جلد نمبر ۳۵ — ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۵ء — شمارہ نمبر ۴۰

مدیر: مسعود حسن شہاب دہلوی

مدیر منتظم: شاہد حسن رضوی

قیمت: بیس روپے

مولانا وسایا الخطیب
جماعت اہلسنت کراچی

بطل حریت علامہ

فضل حق خیرآبادی کی سیاسی بصیرت

ہندوستان کی صد سالہ مکمل غلامی میں کتنی مرتبہ مسلمانوں پر مصائب و شدائد کے پہاڑ توڑے گئے اس کا اندازہ فرمائیے کہ اسی حکومت برطانیہ کے ہاتھوں سرزمین حجاز و شام کے ٹکڑے ہوئے اسی کے ہاتھوں ترکی کا مرد بیمار گرفتار آزار ہوا۔ اسی نے قبلۂ اول بیت المقدس جیسے پاک خطہ کو ناپاک بنانے کی سازش کی۔ اسی کی بدولت ترکی اور عرب کے مسلمانوں پر ہندوستانی فوجوں نے گولیاں چلائیں۔ موپلہ قوم کی بربادی کی ذمہ دار یہی برائے نام حکومت تھی مانڈ وشیا اور وزیرستان پر بمباری و فوج کشی کرنے والی یہی سلطنت تھی۔ خلافت کی چادر کے ٹکڑے ٹکڑے اسی دولت برطانیہ نے کئے تھے۔ ان تمام دردناک مصائب کے باوجود ہندوستان کا مسلمان عیش پرست و جاہ پسند طبقہ امراء خواب غفلت میں سوتا رہا۔ بلکہ ظلم کی انتہا ہے کہ مسلمانان ہند اور مقامات مقدسہ کے مسلمانوں کے سینوں کو چھلنی کرانے کے لئے رنگروٹوں کی بھرتی کرائی۔ حیثیت سے زیادہ برطانیہ حکومت کو چندے دیئے، اور اس طرح وفاداری کا پورا پورا صلہ ہوگیا۔ اس کے عوض بڑے بڑے عہدے اور خطابات حاصل کئے۔ انعام میں جاگیریں پائیں۔ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت اور فطری فہم و فراست کا اندازہ رسالہ "الثورۃ الہندیہ" سے لگائیے۔ علامہ نے اس میں بتایا ہے۔ کہ ہندوستان پر تسلط کے بعد انگریز بقاء سلطنت کے لئے دو اسکیموں پر عمل کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا

اول یہ کہ پچھلے زمانہ کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب اسلامیہ مٹانے کے بعد اسکولوں کی یکساں تعلیم کا رواج جس سے ہر مذہب و ملت کے افراد ایک ہی رنگ میں رنگے جائیں۔

دوئم یہ کہ غلہ پر کنٹرول کر کے خدا کی مخلوق کو سر جھکانے پر مجبور کر دیا جائے۔ چنانچہ

علامہ لکھتے ہیں:۔

"انگریزوں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ مذہبی بنیاد پر فرقوں کا اختلاف تسلط و قبضہ کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوگا۔ اور سلطنت میں انقلاب پیدا کر دے گا۔ اس لئے پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ مذہب و ملت کو مٹانے کے لئے طرح طرح کے مکر وحیلہ سے کام لینا شروع کیا۔ انھوں نے بچوں اور ناسمجھوں کی تعلیم اور اپنی زبان و مذہب کے لئے شہروں اور دیہات میں مدرسے قائم کئے۔ پچھلے زمانہ کے علوم و معارف اور مدارس و مکاتب کے مٹانے کی پوری کوشش کی۔

دوسری ترکیب یہ سوچی کہ مختلف طبقات پر قابو اس طرح حاصل کیا جائے۔ کہ زمین بھر کے غلہ کی پیداوار کاشتکاروں سے خرید کر نقد دام ادا کئے جائیں۔ اور ان بیوپاریوں کو خرید و فروخت کا کوئی اختیار نہ دیا جائے۔ اس طرح نرخ کے گھٹانے اور بڑھانے اور منڈیوں تک اجناس پہنچانے اور نہ پہنچانے کے خود ہی ذمہ دار بن بیٹھے۔ اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا کی مخلوق مجبور و معذور ہو کر ان کے قدموں میں آ پڑے اور خوراک وغیرہ نہ ملنے پر ان کے ہر حکم کی تعمیل اور ہر مقصد کی تکمیل کرے۔"

پہلی اسکیم کے متعلق لارڈ میکالے کے یہ جملے سننے کے لائق ہیں۔ کہ

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیئے کہ جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو۔ اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیئے کہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے، زبان اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔"

پھر بھی انگریز نے ان اسکیموں کو عملی جامہ پہنایا۔ جو مسلمانوں کی بربادی کا سبب بنیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو۔ یہ اللہ کے نور سے سب کچھ دیکھ اور سمجھ لیتا ہے۔

ان لوگوں کو ہوش آ جانا چاہیئے۔ جو کہتے ہیں کہ مولوی کو سیاست نہیں آتی۔ آیئے

علامہ کا رسالہ "الثورۃ الہندیہ" کا مطالعہ کیجئے۔ یہ درست ہے کہ مولوی کی سیاست غلام دماغ نہیں سمجھ سکتا۔ انگریز سمجھتا تھا۔ ذرا غور کریں اور سوچیں انگریز کی ان ایکیموں پر عمل پیرا ہونے سے پہلے سارے دفاتر پر اسی طبقہ کا قبضہ تھا۔ علماء مشاہیر وقت سرکاری اور شاہی محکموں پر قابض تھے

مولانا فضل امام خیرآبادی صدر الصدور دہلی، مفتی صدر الدین خان آزردہ صدر الصدور دہلی، مفتی عنایت احمد کاکوروی منصف و صدر امین کول و بریلی۔ مولوی مفتی رسول بدایونی سررشتہ دار کلکٹری۔ صدر امین پیلی بھیت، مفتی انعام اللہ گوپاموی، قاضی دہلی و سرکاری وکیل الہ آباد، مولانا مفتی لطف اللہ علیگڑھی سررشتہ دار ریذیڈنسی دہلی و صدر الصدور لکھنؤ و مہتمم حضور تحصیل اودھ، مولوی غلام قادر گوپاموی ناظر سررشتہ دار عدالت دیوانی و تحصیلدار گوڑگاؤں، مولوی قاضی فضل اللہ کشمیری سررشتہ دار صدر الصدور دہلی وغیرہ یہ سب اپنے وقت کے بے نظیر و عدیم المثال اکابر علماء تھے۔ حکومت کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ انہیں مسلمانوں کی سلطنت کی بربادی کب برداشت تھی۔ موقع کا انتظار تھا۔ ۱۸۵۷ء کا وقت آیا۔ تو سب میں پیش پیش یہی اکابر تھے۔ دہلیان ریاست اور امرائے دولت میں ناقوس حریت پھونکنے والے یہی حضرات تھے۔ عوام کو ابھارنا اور فتویٰ جہاد صادر کرنا انہیں کے حصے میں آیا۔ اور انقلاب ۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب اٹھانے اور آتش حریت میں جلنے والے یہی شمع شبستان آزادی کے پروانے تھے۔ انگریز نے ایک ایک کر کے ان کو تمام عہدوں سے سبکدوش کر کے ان کے خلاف محاذ قائم کیا۔ اپنی رنگ مخصوص جماعت خوشامدی قسم کے مسلمانوں پر مشتمل تھی پھوڑی جس کا سب سے بڑا مقصد علماء کی تذلیل و توہین کے ساتھ ساتھ انہیں سیاست سے ناامید بنا کر ان پر دقیانوسیت کا الزام لگا کر قوم کی زمام قیادت پر قبضہ کرنا تھا۔

یہی روح کارفرما تھی۔ جبکہ اسی قسم کے ایک سیر اعظم نے ۱۹۵۵ء میں لکھنؤ سے نعرہ لگایا

یوں اعلان کیا۔ کہ "ہم نے علما کے وقار کو ختم کر دیا ہے"

لے کاش کہ مسلمان قوم سوچتی کہ انگریز کی صد سالہ اسکیم کو اس برِ صغیر میں عملی جامہ پہنا رہی ہے۔ وہ اپنے مجاہدین اور سرفروش علما کی تذلیل ان سرکاری ایجنٹوں کے اشارے پر نا وابستگی سے کر کے اپنے پاؤں پر اپنے ہی ہاتھوں کلہاڑی مار رہی ہے۔

تاریخ کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھئے مسلمان قوم جب بھی کسی ابتلا میں پھنسی ہے یا غیروں سازش کا شکار ہوئی، اس طبقہ کے علما نے اپنی بصیرت سے قوم کی کشتی کو کنارے لگایا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنتوں کی تباہی انھیں غیروں کی بدولت ہوئی۔ جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء کے بعد میر جعفر نے شاہ عالم کے ساتھ بھی ڈرامہ کھیلا تھا۔ اور اس طرح صوبہ بنگال ہاتھ سے نکلا۔ دکن میں میر صادق نے ۱۷۹۹ء میں شیر میسور سلطان ٹیپو کو دھوکہ دے کر شہید کرایا۔ اور ہندوستان کی غلامی کا دائمی پٹہ انگریز کو لکھ دیا۔ ؎

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگ آدم ننگ دیں ننگ وطن

علامہ نے واقعہ ہزماں گزرے کو دیدۂ عبرت سے دیکھا۔ اکبر شاہ ثانی اور بادشاہ ظفر کی بے بسی اور واجد علی شاہ والی اودھ کی معزولی و بے کسی کی علت پر نظر جمائی۔ دوسری طرف عمالِ حکومت ہندوستانی تہذیب و کلچر کو تباہ کرنے پر تلے بیٹھے تھے۔ عیسائیت کی تبلیغ کا ڈنکا بجنے لگا تھا۔ عیسائی مشنریاں، مدارس، ہسپتال اور دوسرے پبلک اداروں سے مذہبی اشاعت اپنا فرض منصبی سمجھ رہی تھیں۔ ان کی دیدہ دہنی کا شکار مذہب اسلام تھا۔ پادری فنڈر کا آئے دن علما کو مناظروں کا چیلنج اور پھر ان مناظروں سے ہلچل مچی ہوئی تھیں۔ عوام کو خیال ہونے لگا کہ حکومت تو گئی۔ اب مذہب بھی ہاتھ سے جانے لگا ہے۔ مسلمانوں کی اصل متاع مذہب ہے۔ مسلمان تمام نقصان اور مصیبتیں برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن مذہب پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ ۱۸۵۷ء میں

کلکتہ سے پادری صاحبان ای ایڈمنڈ نے تمام سرکاری ہندوستانی عہدیداروں کے نام گشتی چٹھی بھیجی تھی کہ "برٹش راج میں تمام ہندوستان میں یک عملداری ہو گئی ہے۔ تاربرقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہو گئی ہے۔ ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمدورفت ایک ہو گئی۔ مذہب بھی ایک چاہیئے۔ اس لئے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی بن کر ایک مذہب ہو جاؤ۔"

علامہ کا بچپن اور کہولت دہلی میں گزرے۔ آخر میں لکھنؤ پہنچے۔ وہاں کی حالت دہلی سے بھی بدتر پائی۔ بادشاہ دہلی اور والی اودھ برائے نام حکمران تھے۔ مسجد ہنومان گڑھی شہید ہوئی۔ مسلمان مجاہدین کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ امیر علی شاہ توپ سے اڑائے گئے۔ ناموس اسلام کی بے حرمتی اور اسلامی معاشرہ کی بربادی پر بھی واجد علی شاہ کو عیش و عشرت کی پڑی تھی۔ علامہ صدر الصدور تھے۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر لکھنؤ چھوڑ کر ۱۸۵۶ء میں الور چلے گئے۔ مگر دل بے چین رہا۔ دربار دہلی سے راجاؤں کے نام خطوط بھی روانہ ہوئے۔ علامہ نے راجہ الور سے بھی گفتگو کی۔ مگر وہ رام نہ ہوا۔ علامہ نے الور کو چھوڑ دیا۔ اور راستے میں زمینداروں کو تلقین کرتے ہوئے چلے۔ اس سے قبل مولوی احمد اللہ شاہ دلاور جنگ مدراسی سے سرگرمیاں ہو چکی تھیں۔ دلاور جنگ فیض آباد چلے گئے۔ علامہ الور سے نشر و اشاعت کرتے ہوئے ۱۸۵۷ء میں دہلی پہنچے۔ میرٹھ اور دوسری چھاؤنیوں میں کارتوسوں کا قضیہ زور پکڑ چکا تھا۔ گائے اور سور کی چربی کی آمیزش کی خبر سے ہندو اور مسلمان فوجی بگڑ بیٹھے۔ میرٹھ سے دہلی پہ باغی "توپخانے" ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو حملہ کر دیا۔ قتل اور غارتگری کا بازار گرم ہوا۔ بادشاہ دہلی سرگرمیوں کا مرکز بنے۔ علامہ بھی شریک مشورہ رہے۔ عائدین شہر میں دو گروہ تھے۔ ایک بادشاہ کا ہمنوا اور دوسرا حکومت کمپنی کا بہی خواہ۔ ایک جماعت مجاہدین کی تھی۔ یہ جنرل بخت خاں کی سرداری میں داد شجاعت دے رہی تھی۔ علامہ سے جنرل بخت خاں ملنے پہنچے۔ مشورے کے بعد علامہ نے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد